

بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَعْضَاءُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ طَلْكَمَا أَوْقَدُوا  
نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَاهَا اللَّهُ لَا يَسْعَونَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وَاللَّهُ  
لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَلَوْا نَّ أَهْلَ الْكِتَابِ أَمْنُوا وَاتَّقُوا  
لَكَفَرُنَا عَنْهُمْ سَيِّاتِهِمْ وَلَا دَخْلَنَّهُمْ جَنَّتِ النَّعِيمِ ۝ وَلَوْا نَّ هُمْ  
أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَا كَفُوا  
مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّفْتَصِدَةٌ طَوْكَشِيرُ  
مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغُ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ  
مِنْ رَبِّكَ طَوْلُنَ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسْلَتَهُ طَوْلُنَ اللَّهُ يَعْصِمُكَ  
مِنَ النَّاسِ طَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكُفَّارِينَ ۝ قُلْ يَا أَهْلَ

٩  
نے

تک کے لیے عداوت اور دشمنی ڈال دی ہے۔ جب کبھی یہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اس کو خندنا کر دیتا ہے۔ یہ زمین میں فساد پھیلانے کی سعی کر رہے ہیں مگر اللہ فساد برپا کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

اگر (اس سرکشی کے بجائے) یہ اہل کتاب ایمان لے آتے اور خدا ترسی کی روشن اختیار کرتے تو ہم ان کی برائیاں ان سے دور کر دیتے اور ان کو نعمت بھری جنتوں میں پہنچاتے۔ کاش انہوں نے تورات اور ان دوسری کتابوں کو قائم کیا ہوتا جو ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی تھیں۔ ایسا کرتے تو ان کے لیے اوپر سے رزق برستا اور یچھے سے ابلتا۔ [۶۲] اگرچہ ان میں کچھ لوگ راست روپی ہیں لیکن ان کی اکثریت سخت بد عمل ہے۔

اے پیغمبر! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔ اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے۔ یقین رکھو کہ وہ کافروں کو (تمہارے مقابلہ میں) کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا۔ صاف کہہ دو کہ ”اے اہل کتاب!

[۶۲] باعثیل کی کتاب اخبار (باب ۲۶) اور اتنا شاء (باب ۲۸) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک تقریںقل کی گئی ہے جس میں انہوں نے بنی اسرائیل کو بڑی تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ اگر تم احکام الہی کی میک میک بیرونی کرو گے تو کسی کس طرح اللہ کی رحمتوں اور برکتوں سے نوازے جاؤ گے، اور اگر کتاب اللہ کو پس پشت ڈال کر نافرمانیاں کرو گے تو کس طرح بلا میں اور میسمیں اور بتا ہیاں ہر طرف سے تم پر بھوم کریں گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وہ تقریر قرآن کے اس مختصر فقرے کی بہترین تفسیر ہے۔

الْكِتَابُ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقْيِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا  
أُنْزَلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَيَرِدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزَلَ إِلَيْكُمْ  
مِنْ رَبِّكُمْ طُغْيَانًا وَكُفْرًا فَلَا تَأْسُ عَلَى الْقَوْمِ الْكُفَّارِينَ  
إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالظَّاهِرُونَ وَالنَّاصِرُونَ مَنْ  
آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَأَخْوُفُ عَلَيْهِمْ وَلَا

تم ہرگز کسی اصل پر نہیں ہو جب تک کہ تورات اور انجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم نہ کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہیں۔ [۹۷] ضرور ہے کہ یہ فرمان جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے ان میں سے اکثر کسی اسکشی اور انکار کو اور زیادہ بڑھادے گا۔ [۹۸] امگر انکار کرنے والوں کے حال پر کچھ افسوس نہ کرو۔ (یقین جانو کہ یہاں اجارہ کسی کا بھی نہیں ہے) مسلمان ہوں یا یہودی، صابی ہوں یا عیسائی، جو بھی اللہ اور روز آخر پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا بے شک اس کے لیے نہ کسی خوف کا مقام ہے نہ رنج کا۔ [۹۹]

[۹۷] تورات اور انجیل کو قائم کرنے سے مراد راست بازی کے ساتھ ان کی پیروی کرنا اور انہیں اپنا دستور زندگی بنانا ہے۔ اس موقع پر یہ بات اچھی طرح ذہن لشین کر لئی چاہیے کہ بائیبل کے مجموعہ کتب مقدسہ میں ایک قسم کی عبارات توہہ ہیں جو یہودی اور عیسائی مصنفوں نے بطور خود لکھی ہیں۔ اور دوسری قسم کی عبارات وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ارشادات یا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے پیغمبروں کے اقوال ہونے کی حیثیت سے مقول ہیں اور جن میں اس بات کی تصریح ہے کہ اللہ نے ایسا فرمایا یا فلاں نہیں نے ایسا کہا۔ ان میں سے پہلی قسم کی عبارات کو الگ کر کے اگر کوئی شخص صرف دوسری قسم کی عبارات کا تتبع کرے تو باہ سانی یہ کہہ سکتا ہے کہ ان کی تعلیم اور قرآن کی تعلیم میں کوئی نہیں فرق نہیں ہے۔ اگرچہ متبرجموں اور ناخنوں کی دراندازی سے، اور بعض جگہ زبانی راویوں کی غلطی سے، یہ دوسری قسم کی عبارات بھی پوری طرح محفوظ نہیں رہتی ہیں، لیکن اس کے باوجود کوئی شخص یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان میں یعنی اسی خاص توحیدی کو وoot دی گئی ہے جس کی طرف قرآن بلارہا ہے، وہی عقائد پیش کیے گئے ہیں جو قرآن پیش کرتا ہے اور اسی طریق زندگی کی طرف رہنمائی کی گئی ہے جس کی بدایت قرآن دیتا ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ اگر یہودی اور عیسائی اسی تعلیم پر قائم رہتے جو ان کتابوں میں خدا اور پیغمبروں کی طرف سے منقول ہے تو یقیناً نبی ﷺ کی بعثت کے وقت وہ ایک حق پرست اور راست روگروہ پائے جاتے اور انہیں قرآن کے اندر وہی روشنی نظر آتی جو بچھلی کتابوں میں پائی جاتی تھی۔ اس صورت میں ان کے لیے نبی ﷺ کی پیروی اختیار کرنے میں تبدیل مذہب کا سرے سے کوئی سوال پیدا نہ ہوتا بلکہ وہ اسی راستے کے تسلیل میں، جس پر وہ پہلے سے چلے آ رہے تھے، آپ کے قبیل بن کر آ گئے چل سکتے تھے۔

[۹۸] یعنی یہ بات سن کر ٹھنڈے دل سے غور کرنے اور حقیقت کو سمجھنے کے بجائے وہ ضد میں آ کر اور زیادہ شدید مخالفت شروع کر دیں گے۔

[۹۹] دیکھو سورہ بقرہ، آیت ۲۲ و حاشیہ ۸۰۔

۹۰ هُمْ يَحْزَنُونَ ۖ ۗ لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ  
 رُسُلًا كُلُّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَآتَهُمْ آنفُسُهُمْ لَا فِرْيَقًا كَذَبُوا  
 وَفِرْيَقًا يَسْتَلُوْنَ ۖ ۗ وَحَسِبُوا مَا لَآتَكُونَ فِتْنَةً فَعَمُوا وَصَمُوا ثُمَّ  
 تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَمُوا كَثِيرٌ مِنْهُمْ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا  
 يَعْمَلُونَ ۖ ۗ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَاتَلُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ  
 وَقَالَ الْمَسِيحُ يَدْعُنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُ وَاللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ إِنَّهُ  
 مَنْ يُشْرِكُ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا وَلَهُ الْقَارُطُ  
 وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ۖ ۗ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَاتَلُوا إِنَّ اللَّهَ شَانِثُ  
 ثَلَاثَةٌ ۖ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهٌ وَاحِدٌ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ  
 لَمَسَّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۖ ۗ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى  
 اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ ۖ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۖ ۗ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا

ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان کی طرف بہت سے رسول بھیجے، مگر جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول ان کی خواہشات نفس کے خلاف کچھ لے کر آیا تو کسی کو انہوں نے جھٹلا لیا اور کسی کو قتل کر دیا، اور اپنے نزدیک یہ سمجھے کہ کوئی فتنہ و نمانہ ہوگا، اس لیے انہے اور بھرے بن گئے۔ پھر اللہ نے انھیں معاف کیا تو ان میں سے اکثر لوگ اور زیادہ انہے اور بھرے بنتے چلے گئے۔ اللہ ان کی یہ سب حرکات دیکھتا رہا ہے۔

یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے۔ حالانکہ مسیح نے کہا تھا کہ ”اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔“ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیک ریا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اندھیں میں کا ایک ہے، حالاں کہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی ان باتوں سے باز نہ آئے تو ان میں سے جس جس نے کفر کیا ہے اس کو درناک سزا دی جائے گی۔ پھر کیا یہ اللہ سے توبہ نہ کریں گے اور اس سے معافی نہ مانگیں گے؟ اللہ بہت درگز رفرما نے والا اور حرم کرنے والا ہے۔ مسیح ابن مریم اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک

رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرَّسُولُ طَوَّافُهُ صِدْرِيَّةٌ كَانَ يَا كُلُّ  
 الْطَّعَامَ أَنْظَرَ كِيفَ بَيْنُ لَهُمَا لَيْتَ تُمَّا نَظَرَ أَنِي يُؤْفَكُونَ ۝  
 قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا  
 وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي  
 دِينِكُمْ عَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قُلْ ضَلُّوا مِنْ  
 قَبْلٍ وَاضْلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝ لِعْنَ  
 الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاؤَدَ وَعَيْسَى

۱۰۴

رسول تھا، اس سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے، اس کی ماں ایک راست باز محور تھی، اور وہ دلوں کھاتا کھاتے تھے۔ دیکھو ہم کس طرح ان کے سامنے حقیقت کی نشانیاں واضح کرتے ہیں، پھر دیکھو یہ کہ ہر اٹھ پھرے جاتے ہیں [۱۰۰] ان سے کہو، کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اس کی پرستش کرتے ہو جونہ تمہارے لیے نقصان کا اختیار رکھتا ہے نہ نفع کا؟ حالانکہ سب کی سننے والا اور سب کچھ جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔ کہو، اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحن غلوت کرو اور نہ ان لوگوں کے تخلیقات کی پیروی کرو جو تم سے پہلے خود گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور ”سواء أسبيل“ سے بھٹک [۱۰۱] گئے ہی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی

[۱۰۰] ان چند لفظوں میں عیسائیوں کے عقیدہ، الوجیہت مسیح کی ایسی صاف تر دیدی کی گئی ہے کہ اس سے زیادہ صفائی ممکن نہیں ہے۔ مسیح کے بارے میں اگر کوئی یہ معلوم کرنا چاہے کہ فی الحقیقت وہ کیا تھا تو ان علامات سے بالکل غیر مشتبہ طور پر معلوم کر سکتا ہے کہ وہ مخفی ایک انسان تھا۔ ظاہر ہے کہ جو ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا، جس کا شجرہ نب تک موجود ہے، جو انسانی جسم کھاتا تھا، جو ان تمام حدود سے محدود اور ان تمام قیود سے مقید اور ان تمام صفات سے متصف تھا جو انسان کے لیے نصوص ہیں، جو سوتا تھا، کھاتا تھا، گری اور سردی محسوس کرتا تھا، حتیٰ کہ جسے شیطان کے ذریعہ سے آرائش میں بھی ڈالا گیا، اس کے متعلق کون معقول انسان یہ تصور کر سکتا ہے کہ وہ خود خدا ہے یا خدائی میں خدا کا شریک و سہیم ہے۔ لیکن یہ انسانی ذہن کی ضلالت پذیری کا ایک عجیب کرشمہ ہے کہ عیسائی خود اپنی مذہبی کتابوں میں مسیح کی زندگی کو صریحاً ایک انسانی زندگی پاتے ہیں اور پھر بھی اسے خدائی سے متصف قرار دینے پر اصرار کیے چلے جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اس تاریخی مسیح کے قائل ہی نہیں ہیں جو عالم واقعی میں ظاہر ہوا تھا، بلکہ انہوں نے خود اپنے دہم و مگان سے ایک خیالی مسیح تصنیف کر کے اسے خدا بنا لیا ہے۔

[۱۰۱] اشارہ ہے ان گمراہ قوموں کی طرف جن سے عیسائیوں نے غلط عقیدے اور باطل طریقے اخذ کیے۔ خصوصاً فلاسفہ یونان کی طرف، مسیح کے ابتدائی پیرو جو عقائد رکھتے تھے وہ بڑی حد تک اس حقیقت کے مطابق تھے۔ جس کا مثال بہدہ انہوں نے خود کیا تھا اور جس کی تعلیم ان کے ہادی و رہنمائے ان کو دی تھی۔ مگر بعد کے عیسائیوں نے ایک طرف مسیح کی عقیدت اور تعلیم میں غلوکر کے، اور دوسری طرف

ہمسایہ قوموں کے اوہام اور فلسفوں سے متاثر ہو کر، اپنے عقائد کی مبالغہ آمیز فلسفیات تعبیریں شروع کر دیں اور ایک بالکل ہی نیا نہ ہب تیار کر لیا جس کو صحیح علیہ السلام کی اصل تعلیمات سے دور کا واسطہ بھی نہ رہا۔ اس باب میں خود ایک سمجھی عالم دینیات (بریور یونیورسٹی چارلس اینڈ رن اسکلت) کا بیان قابل ملاحظہ ہے۔ انسانیکو پیدا یا برنا بیکا کے چودھویں ایلیٹیشن میں "یسوع مسیح" (Jesus Christ) کے عنوان پر اس نے جو طویل مضمون لکھا ہے اس میں وہ کہتا ہے:

"پہلی تین انجیلوں (متی، مرق، لوقا) میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس سے یہ گمان کیا جاسکتا ہو کہ ان انجیلوں کے لکھنے والے یسوع کو انسان کے سوا کچھ اور سمجھتے تھے۔ خود تی اس کا ذکر بڑھتی کے بیٹھ کی حیثیت سے کرتا ہے اور ایک جگہ بیان کرتا ہے کہ پطرس نے اس کو "مسیح" تسلیم کرنے کے بعد "الگ ایک طرف لے جا کر اسے ملامت کی۔" (متی ۲۲، ۱۶) لوقا میں ہم دیکھتے ہیں کہ واقعہ صلیب کے بعد یسوع کے دوش آگردا ماؤس کی طرف جاتے ہوئے اس کا ذکر اس حیثیت سے کرتے ہیں کہ "وہ خدا اور ساری امت کے نزدیک کام اور کام میں قدرت والا نبی تھا۔" (لوقا ۱۹، ۲۳)

آگے چل کر وہ پھر لکھتا ہے:

"یہ بات کہ یسوع خود اپنے آپ کو ایک نبی کی حیثیت سے پیش کرتا تھا ان انجیل کی متعدد عمارتوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً یہ کہ "جسچے آج اور کل اور پرسوں اپنی راہ پر چلنا ضرور ہے کیونکہ ممکن نہیں کہ نبی یہ وہ ششم سے باہر ہلاک ہو۔" (لوقا ۲۳، ۱۳) وہ اکثر اپناد کر "ابن آدم" کے نام سے کرتا ہے۔ یسوع کہیں اپنے آپ کو "ابن اللہ" نہیں کہتا۔"

پھر یہی مصنف لکھتا ہے:

"عید پنجمیت کے موقع پر پطرس کے یہ الفاظ کہ "ایک انسان جو خدا کی طرف سے تھا" یسوع کو اس حیثیت میں پیش کرتے ہیں جس میں اس کے ہم عصر اس کو جانتے اور سمجھتے تھے۔ انجیلوں سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ یسوع بچپن سے جوانی تک بالکل فطری طور پر جسمانی و ذہنی نشوونما کے مدارج سے گزرتا۔ اس نے صرف یہی نہیں کہ سچ و بصیر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ صریحاً اس سے انکار کیا ہے... درحقیقت اس کے حاضر و ناظر ہونے کا اگر دعویٰ کیا جائے تو یہ اس پورے تصور کے بالکل خلاف ہو گا جو ہمیں انجیلوں سے حاصل ہوتا ہے۔ پھر سچ کو قادر مطلق سمجھنے کی گنجائش تو انجیلوں میں اور بھی کم ہے۔ کہیں اس بات کا اشارہ نہیں ملتا کہ وہ خدا سے بے نیاز ہو کر خود مختارانہ کام کرتا تھا۔ اس کے برعکس وہ بار بار دعا مانگنے کی عادت سے اور اس قسم کے الفاظ سے کہ "یہ چیز دعا کے سوا کسی اور ذریعے سے نہیں مل سکتی"، اس بات کا صاف اقرار کرتا ہے کہ اس کی ذات بالکل خدا پر منحصر ہے۔"

اس کے بعد یہ مصنف پھر لکھتا ہے:

"وہ سینٹ پال تھا جس نے اعلان کیا کہ واقعہ رفع کے وقت اسی فعل رفع کے ذریعے سے یسوع پورے اختیارات کے ساتھ "ابن اللہ" کے مرتبہ پر علائی فائز کیا گیا۔ اس امر کا فیصلہ اب نہیں کیا جاسکتا کہ آیا وہ ابتدائی عیسایٰ یوسف کا گروہ تھا یا پال جس نے سچ کے لیے "خداؤند" کا خطاب اصل مذہبی معنی میں استعمال کیا۔ شاید یہ فعل مقدم الذکر گروہ ہی کا ہو۔ لیکن بلاشبہ وہ پال تھا جس نے اس خطاب کو پورے معنی میں بولنا شروع کیا، پھر اپنے مدد عا کو اس طرح اور بھی زیادہ واضح کر دیا کہ "خداؤند یسوع مسیح" کی طرف بہت سے وہ تصورات اور اصطلاحی الفاظ منتقل کر دیے جو قدیم کتب مقدسے میں خداوند یسوع (تعالیٰ) کے لیے مخصوص تھے۔"

**أُبْنِ مَرِيمَ طَلِيلَكَ بِهَا عَصَوْا وَ كَانُوا يَعْتَدُونَ ۚ ۖ كَانُوا لَا  
يَتَنَاهُونَ عَنْ مُنْكِرٍ فَعَلُوْهُ ۖ لَيْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۖ ۖ**

کیونکہ وہ سرکش ہو گئے تھے اور زیادتیاں کرنے لگے تھے، انہوں نے ایک دوسرے کو برے افعال کے ارتکاب سے روکنا چھوڑ دیا تھا، [۱۰۲] براطیر عمل تھا جو انہوں نے اختیار کیا۔

انساں کیلو پیدا یا برنازیکا کے ایک دوسرے مضمون "میسیحیت" (Christianity) میں ریورنڈ جارج ولیم ناکس مسیحی کلیسا کے بنیادی عقیدے پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"عقیدہ تیلیٹ کا فکری سانچہ یونانی ہے اور یہودی تعلیمات اس میں ڈھالی گئی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ ہمارے لیے ایک عجیب قسم کا مرکب ہے، مہم خیالات پاٹھک کے اوڑھ لے ہوئے ایک اجنبی فنسٹ کی صورتوں میں۔"

"بآپ، بیٹا اور روح القدس کی اصطلاحیں یہودی ذرائع کی بہم پہنچائی ہوئی ہیں۔" (انج)

اسی سلسلہ میں انساں کیلو پیدا یا برنازیکا کے ایک اور مضمون "تاریخ کلیسا" (Church History) کی یہ عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے:

"تیسرا صدی عیسوی کے خاتمه سے پہلے مسیح کو عام طور پر "کلام" کا جددی ظہور قمان لیا گیا تھا تاہم بکثرت عیسائی ایسے تھے جو مسیح کی الوبہت کے قائل نہ تھے۔ چوتھی صدی میں اس مسئلہ پر ختن بھیشیں چھڑی ہوئی تھیں جن سے کلیسا کی بنیادیں مل گئی تھیں۔ آخر کار ۳۲۵ء میں نیقیا کی کنویں نے الوبہت مسیح کو باضابطہ سرکاری طور پر اصل مسیحی عقیدہ قرار دیا... بیٹھ کی الوبہت کے ساتھ روح کی الوبہت بھی تسلیم کی گئی اور اسے اصطیاغ کے لئے اور راجح الوقت شعائر میں باپ اور بیٹھ کے ساتھ جگدی گئی۔ اس طرح نیقیا میں مسیح کا جو تصور قائم کیا گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عقیدہ تیلیٹ اصل مسیحی مذہب کا ایک جزء لا ینک قرار پا گیا۔"

مسیحی علماء کے ان بیانات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ابتداء مسیح نے مسیحیوں کو لگراہ کیا وہ عقیدت اور محبت کا غلو تھا۔ اسی غلوکی بنا پر مسیح علیہ السلام کے لیے خداوند اور ابن اللہ کے الفاظ استعمال کیے گئے، خدائی صفات ان کی طرف منسوب کی گئیں، اور کفارہ کا عقیدہ ایجاد کیا گیا، حالانکہ حضرت مسیح کی تعلیمات میں ان باقوں کے لیے فقط کوئی گنجائش موجود نہ تھی۔ پھر جب فلسفی کی ہوا مسیحیوں کو لوگ تو بجائے اس کے کہ یہ لوگ اس ابتدائی گردی کو سمجھ کر اس سے پہنچنے کی سعی کرتے، انہوں نے اپنے گزشتہ پیشواؤں کی غلطیوں کو بناہے کے لیے ان کی توجیہات شروع کر دیں اور مسیح کی اصل تعلیمات کی طرف رجوع کیے بغیر محض منطق اور فلسفی کی مدد سے عقیدے پر عقیدہ ایجاد کرتے چلے گئے۔ یہی وہ ضلالت ہے جس پر قرآن نے ان آیات میں مسیحیوں کو متبرہ فرمایا ہے۔

[۱۰۲] ہر قوم کا بگاڑا بداء چند افراد سے شروع ہوتا ہے۔ اگر قوم کا اجتماعی ضمیر زندہ ہوتا ہے تو ائے عام ان بگڑے ہوئے افراد کو دبائے رکھتی ہے اور قوم بھیتیت مجموعی بگڑے نہیں پاتی۔ لیکن اگر قوم ان افراد کے معاملہ میں تقابل شروع کر دیتی ہے اور غلط کارل لوگوں کو ملامت کرنے کے بجائے انہیں سوسائٹی میں غلط کاری کے لیے آزاد چھوڑ دیتی ہے، تو پھر رفتہ رفتہ وہی خرابی جو پہلے چند افراد تک محدود تھی، پوری قوم میں پھیل کر رہتی ہے۔ یہی چیز تھی جو آخر کار بھی اسرائیل کے بگاڑ کی موجب ہوئی۔

حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی زبان سے جو انتہتی اسرائیل پر کی گئی اس کے لیے ملاحظہ ہو زیور ۱۰۰ اور متی ۲۳۔

تَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّونَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَلَيْسَ مَا قَدَّمْتُ  
لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَن سَخَطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ  
خَلِدُونَ ۝ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالثَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ  
إِلَيْهِ مَا أَتَخْذُوهُمْ أَوْلَيَاءَ وَلِكُنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ  
فِسْقُوْنَ ۝ لَتَجْدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ أَمْنَوْا  
إِلَيْهُودَ وَاللَّذِينَ أَشْرَكُوا ۝ وَلَتَجْدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً  
لِلَّذِينَ أَمْنَوْا الَّذِينَ قَاتَلُوا إِيمَانَ نَصْرَى ۝ ذَلِكَ بِأَنَّ  
مِنْهُمْ قَسِيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝

آج تم ان میں بکثرت ایسے لوگ دیکھتے ہو جو (اہل ایمان کے مقابلہ میں) کفار کی حمایت و رفاقت کرتے ہیں۔ یقیناً بہت بر انجام ہے جس کی تیاری ان کے فنوں نے ان کے لیے کی ہے، اللہ ان پر غصب ناک ہو گیا ہے اور وہ داعی عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ اگر فی الواقع یہ لوگ اللہ اور پیغمبر اور اس چیز کے ماننے والے ہوتے جو پیغمبر پر نازل ہوئی تھی تو کبھی (اہل ایمان کے مقابلہ میں) کافروں کو اپنا رفیق نہ بنتے [۱۰۳] مگر ان میں سے تو بیشتر لوگ خدا کی اطاعت سے نکل چکے ہیں۔ تم اہل ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے، اور ایمان لانے والوں کے لیے دوستی میں قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے کہا تھا کہ ہم نصاری ہیں۔ یہاں وجہ سے کہ ان میں عبادت گزار عالم اور تارک اللہ نیا فقیر پائے جاتے ہیں اور ان میں غرور نفس نہیں ہے۔

[۱۰۳] مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خدا اور کتاب کے ماننے والے ہوتے ہیں انہیں فطرۃ مشرکین کے مقابلہ میں ان لوگوں کے ساتھ زیادہ ہمدردی ہوتی ہے جو مذہب میں خواہ ان سے اختلاف ہی رکھتے ہوں، مگر بہر حال انہی کی طرح خدا اور سلسلہ وحی و رسالت کو ماننے ہوں۔ لیکن یہ یہودی عجیب قسم کے اہل کتاب ہیں کہ توحید اور شرک کی جنگ میں حکم کھلا مشرکین کا ساتھ دے رہے ہیں، اقرار ثبوت اور انکار ثبوت کی لڑائی میں علانیہ ان کی ہمدردیاں مکفرین ثبوت کے ساتھ ہیں، اور پھر بھی وہ بلا کسی شرم و حیا کے یہ دعویٰ رکھتے ہیں کہ ہم خدا اور پیغمبروں اور کتابوں کے ماننے والے ہیں۔

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيَ الرَّسُولِ تَرَآى أَعْيُنُهُمْ  
تَفْيُضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَمْنَا  
فَأَكْتُبُنَا مَعَ الشَّهِيدِينَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا  
مِنَ الْحَقِّ وَنَطَعَ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبِّنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّلِيلِينَ ۝  
فَأَنَّا بِهِمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ  
خَلِيلِينَ فِيهَا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا  
وَكَدْ بُوَا يَا يَتَّبِعُنَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ ۝ يَا يَتَّبِعُهَا الَّذِينَ أَمْنَوْا  
لَا تُحِرِّمُوا طَبِيبَتِ مَا أَحَلَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا طَرَاطِيلَةً إِنَّ اللَّهَ

جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول پر اترتا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کے اثر سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں۔ وہ بول اٹھتے ہیں کہ ”پروردگار! ہم ایمان لائے، ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔“ اور وہ کہتے ہیں کہ ”آخر کیوں نہ ہم اللہ پر ایمان لائیں اور جو حق ہمارے پاس آیا ہے اسے کیوں نہ مان لیں جب کہ ہم اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں صالح لوگوں میں شامل کرے؟“ ان کے اس قول کی وجہ سے اللہ نے ان کو ایسی جنتیں عطا کیں جن کے نیچے نہیں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ جزا ہے نیک رو یہ اختیار کرنے والوں کے لیے۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کیا اور انھیں جھٹلایا، تو وہ جہنم کے مستحق ہیں ۹۴  
اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں انھیں حرام نہ کرو“ [۱۰۳] اور حد

[۱۰۳] اس آیت میں دو باتیں ارشاد ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ خود حلال و حرام کے مختار نہ بن جاؤ۔ حلال وہی ہے جو اللہ نے حلال کیا اور حرام وہی ہے جو اللہ نے حرام کیا۔ اپنے اختیار سے کسی حلال کو حرام کرو گے تو قانون الہی کے بجائے قانون نفس کے پیرو قرار پاوے گے۔ دوسری بات یہ کہ عیسائی را ہبھوں، ہندو ہبھوں، بودھ ہبھوں کے بھکشوں اور اشرافی متھوفین کی طرح رہبانیت اور قطع لذات کا طریقہ اختیار نہ کرو۔ مذہبی ذہنیت کے نیک مزاج لوگوں میں ہمیشہ سے یہ میلان پایا جاتا رہا ہے کہ نفس و جسم کے حقوق ادا کرنے کو وہ روحانی ترقی میں منع رکھتے ہیں اور یہ مگان کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالنا، اپنے نفس کو دنیوی لذتوں سے محروم کرنا، اور دنیا کے سامان زیست سے تعلق توڑنا، بجائے خود ایک نیکی ہے اور خدا کا تقرب اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کرام میں بھی بعض لوگ ایسے تھے جن کے اندر یہ ذہنیت پائی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے معلوم ہوا کہ بعض صحابیوں نے عهد کیا ہے کہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھیں گے، راتوں کو بستر پر نہ سوکیں گے بلکہ جاگ جاگ کر عبادت کرتے رہیں گے، گوشت اور پچنانی استعمال نہ کریں گے، عورتوں سے واسطے